معاملہ کرایہ داری کی شرعی حیثیت

—— از مولانا محمد طاسین، صدر مجلس علمی، کراچی ——

معاملہ کرایہ داری جس کو عربی میں اجارہ کہا جاتا ہے اپنی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے عام طور پر ایک جانا پہچانا معروف معاشی معاملہ ہے جس میں ایک فریق اپنی کوئی منفعت بخش چیز دوسرے کو نفع اٹھانے کے لئے عارضی و وقتی طور پر دیتا اور اس کے عوض دوسرا اس کو بطور کرایہ کوئی مال وغیرہ ادا کرتا ہے۔

اسلام کے حقیقی ماخذ قرآن و حدیث کی رو سے معاملہ مذکور کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ جائز معاملہ ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو بلا کسی کراہیت کے جائز ہے یا کراہیت کے ساتھ جائز ہے؟ بالفاظ دیگر یہ معاملہ بیّن طور پر حلال معاملہ ہے یا بیّن طور پر حرام معاملہ یا دونوں کے بین بین مشتبہ معاملہ ہے؟--- زیر نظر مضمون کا مقصد اسی مسئلہ سے بحث کرنا اور اس معاملہ کی شرعی حیثیت تحقیقی طور پر متعین اور واضح کرنا ہے۔

اس بحث و تحقیق کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ کچھ عرصہ سے یہ مسئلہ اہل علم حضرات کے درمیان ایک شدید اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے، بعض حضرات معاملہ مذکور کے بلا کسی کراہیت کے جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بالکل ناجائز اور سود کی طرح کا حرام معاملہ ہے۔ کچھ مدت پہلے وفاقی شرعی عدالت میں بھی یہ معاملہ زیر بحث آیا اور اس کی شرعی حیثیت کے متعلق مختلف اہل علم حضرات نے اپنے مفصل و مدلل بیانات پیش کئے اور عدالت نے سماعت فرمائے۔ مجھے بھی شخصی طور پر عدالت میں حاضر ہونے اور وہاں پڑھے جانے والے تحریری اور زبانی بیانات سننے اور جاننے کا موقع ملا، چنانچہ میں اس نتیجہ تک پہنچا کہ جن دلائل کی بنیاد پر معاملہ مذکور سے متعلق جو دو مختلف بلکہ متضاد موقف اختیار کئے گئے ہیں وہ کمزور ہیں، لہٰذا ان پر مبنی دونوں موقف بھی کمزور اور ناقابل اطمینان ہیں اور یہ کہ اس مسئلہ میں مزید بحث و تحقیق کی کافی

گنجائش ہے۔ اور چونکہ یہ مسئلہ اس لحاظ سے خاصا اہم ہے کہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور اس کے عملی اثرات و نتائج دور رس ہیں لہٰذا ضروری محسوس ہوا کہ اس پر اپنے علم و فہم کے مطابق کچھ لکھا جائے۔

اصل بحث میں پڑنے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ فقہ کی بڑی کتابوں میں معاملہ اجارہ داری یعنی کرایہ داری کے متعلق مختلف ابواب و فصول کے اندر اس کے جملہ پہلوؤں سے متعلق تفصیلی مباحث بڑے شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہیں جو فقہاء کرام کی اعلیٰ ذہانت، فکری کاوش اور غیر معمولی باریک بینی اور دیدہ ریزی پر دلالت کرتے ہیں۔ جو شخص معاملہ کرایہ داری کے ہر پہلو سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہے فقہ کی عربی اردو کتابوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ زیر نظر مضمون میں میرا مقصد، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، صرف معاملہ کرایہ داری کی شرعی حیثیت متعین اور واضح کرنا ہے، ان تفصیلی مباحث و معلومات کو سامنے لانا نہیں جو کتب فقہ میں پائی جاتی ہیں۔ دوسری بات جو آغازِ بحث میں ہی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ کتب فقہ میں لفظ اجارہ دو مختلف معاشی معاملوں کے لئے استعمال ہوا ہے: ایک[1] اس معاملہ کے لئے جس میں ایک فریق اپنی کوئی منفعت بخش چیز جیسے مکان دوسرے کو نفع اٹھانے کے لئے وقتی طور پر دیتا اور دوسرا فریق نفع اٹھانے کے عوض پہلے فریق کو زر و نقدی وغیرہ کی شکل میں کوئی چیز ادا کرتا ہے۔ اس معاملے کا نام اردو میں معاملہ کرایہ داری ہے۔ اور دوسرے[2] اس معاشی معاملہ کے لئے جس میں ایک فریق دوسرے کے لئے کوئی مفید دماغی جسمانی کام و محنت کرتا اور دوسرا اس کام کے عوض پہلے کو کسی مال کی شکل میں اجرت ادا کرتا ہے۔ گویا مزدور اور ملازم کی حیثیت سے یومیہ اجرت یا ماہانہ تنخواہ پر کام کرنے کرانے کا معاملہ۔ میرے اس مضمون کا مقصد، معاملہ اجارہ داری کی پہلی قسم یا پہلی شکل سے بحث کرنا اور اس کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالنا ہے، یعنی مکان وغیرہ کی کرایہ داری کا معاملہ۔ اجارہ کی دوسری قسم یعنی اجرت پر کام کار کرنے کرانے کے معاملہ کو زیر بحث لانا اور اس کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا نہیں، کیونکہ قرآن و حدیث کے واضح دلائل کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت قطعی طور پر متعین ہے یعنی یہ کہ وہ بلا کسی کراہیت کے ایک بالکل جائز و مشروع معاملہ ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ

اس کے جواز کے متعلق علماء کرام کے درمیان نہ کبھی پہلے کوئی اختلاف ہوا اور نہ آج موجود ہے۔ گویا اس کے جواز پر سب کا پوری طرح اتفاق و اجماع ہے' بخلاف کرایہ داری والے اجارہ کے کہ اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں علماء کے درمیان اس وجہ سے اختلاف ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کے متعلق دوٹوک اور واضح دلائل موجود نہیں جو اس کے جواز یا عدم جواز پر صریح الدلالت ہوں۔ اس کی تفصیل کچھ آگے آرہی ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ فقہ کی متداول کتابوں میں کتاب الاجارہ کے اندر فقہاء کرام نے بڑی تفصیل کے ساتھ جو تحریر فرمایا ہے اس میں معاملہ اجارہ داری کی مذکورہ بالا دو قسموں پر الگ الگ بحث نہیں کی گئی اور دونوں کے ثبوت اور جواز کے دلائل الگ الگ نہیں بیان کئے گئے۔ گویا ان کے نزدیک مذکورہ دو معاملوں کے درمیان کوئی فرق نہیں' دونوں ایک ہیں۔ ایک کے جواز کے جو دلائل ہیں وہی دوسرے کے جواز کے لئے بھی ہیں۔ حالانکہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے یہ دو معاملے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جو دلائل ایک کے جواز پر دلالت کرتے ہیں وہ دوسرے کے جواز پر دلالت نہیں کرتے۔ اللہ جانے ہمارے فقہاء کرام نے اس فرق کو کیوں ملحوظ نہیں رکھا اور سب سے پہلے کس کے ذہن میں کس وجہ سے مذکورہ دو معاملوں کے ایک ہونے کا خیال پیدا ہوا اور بعد والوں نے اسی پر اعتماد جاری رکھا۔

بہرحال اب میں وہ دلائل نقل کرنا چاہتا ہوں جو اپنی کتابوں میں فقہاء کرام نے کتاب الاجارہ کے اندر اجارے کے ثبوت و جواز میں قرآن و حدیث سے پیش فرمائے ہیں۔ یہ دلائل جمع کرنے کے سلسلہ میں مختلف فقہی مذاہب کی جن مستند کتابوں کے مباحثِ اجارہ کا میں نے مطالعہ کیا اور ان سے یہ دلائل نقل کئے ہیں ان کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :

فقہ حنفی کی کتابوں میں المبسوط للسرخسی' بدائع الصنائع للکاسانی' البنایہ شرح الہدایہ للعینی۔ فقہ مالکی کی کتابوں میں الاکلیل شرح مختصر الخلیل' شرح الحرشی علی مختصر الخلیل' بدایۃ المجتہد لابن رشد۔ فقہ شافعی کی کتابوں میں تحفۃ المحتاج' فتح العزیز' تکملۃ المجموع۔ فقہ حنبلی کی کتابوں میں المغنی لابن قدامہ' شرح الکبیر لابن قدامہ۔ فقہ شیعہ کی کتابوں فقہ امام جعفر صادق اور فقہ ظاہری کی کتابوں میں سے المحلّٰی لابن حزم۔

مذکورہ کتب کے اندر اجارے کے جواز و ثبوت میں بطور دلیل قرآن مجید کی جو آیات نقل کی گئی ہیں وہ تعداد میں نو ہیں، جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ جو تین آیات سورۃ القصص سے لی گئی ہیں ان میں سے :

پہلی آیت (نمبر۲۵) : ﴿قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا﴾ ترجمہ : شیخ مدین کی صاحبزادی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا : میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو بطور جزاء اس کام کی اجرت ادا کریں جو آپ نے ہمارے ریوڑ کو پانی پلانے میں انجام دیا ہے۔

دوسری آیت (نمبر۲۶) : ﴿یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ○﴾ ترجمہ : شیخ مدین کی ایک صاحبزادی نے والد سے عرض کیا : ابا جان آپ اس شخص کو ملازم رکھ لیجئے کیونکہ آپ کا مقرر کردہ بہتر ملازم اور نوکر وہ ہو سکتا ہے جو طاقتور ہونے کے ساتھ امانت دار بھی ہو، سو یہ دونوں خوبیاں اس میں موجود ہیں۔

تیسری آیت (نمبر۲۷) : ﴿اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هَاتَیْنِ عَلٰی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمَانِیَ حِجَجٍ﴾ ترجمہ : شیخ مدین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا : میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ آپ کا نکاح کر دوں اس عہد و پیمان پر کہ آپ آٹھ سال تک میری نوکری و خدمت کریں گے۔

چوتھی آیت سورۃ الکہف کی آیت نمبر۷۷ ہے : ﴿قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ○﴾ ترجمہ : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علمِ لدنی رکھنے والے بندۂ مومن (حضرت خضر) سے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو دیوار کے ٹھیک کرنے پر ان لوگوں سے اجرت لے سکتے تھے۔

پانچویں آیت سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۲۳ ہے : ﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَکُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ترجمہ : اور اگر تم اپنے شیر خوار بچوں کو ان کی مطلقہ ماؤں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو اس میں کچھ حرج نہیں جب تم اس کو عرف کے مطابق اجرت ادا کرو۔

چھٹی آیت سورۃ الطلاق کی آیت نمبر۶ ہے : ﴿فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَکُمۡ فَاٰتُوۡھُنَّ اُجُوۡرَھُنَّ﴾ ترجمہ : پھر اگر وہ مطلقہ بیویاں تمہارے لئے تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو ان کو ضرور اس کی اجرت دو۔

ساتویں آیت سورۃ الزخرف کی آیت ۳۲ ہے : ﴿وَرَفَعۡنَا بَعۡضَھُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُھُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِیًّا﴾ ترجمہ : اور ہم نے اونچا کیا بعض انسانوں کو دوسرے بعض پر درجات و مراتب میں تاکہ ان کے بعض دوسرے بعض سے کام و خدمت لے سکیں۔

آٹھویں آیت سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر۱۰ ہے : فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ ترجمہ : پس جب صلوٰۃ جمعہ ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل طلب و تلاش کرو۔

نویں آیت سورۃ البقرہ کی آیت نمبر۱۹۸ ہے : ﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّکُمۡ﴾ ترجمہ : پس تم پر کچھ حرج و مضائقہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل طلب و تلاش کرو۔

یہ ہیں وہ نو قرآنی آیات جو کتب مذکورہ میں مختلف فقہاء کرام نے معاملہ اجارہ کے جواز میں بطور استدلال پیش فرمائی ہیں۔ لیکن ان آیات کا بغور جائزہ لینے اور ان کے مفہوم و مطلب پر گہری نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق اجارہ بمعنی کسی انسان کا دوسرے انسان سے اجرت پر کام کرنے کرانے سے ہے، کوئی منفعت بخش چیز دوسرے کو نفع اٹھانے اور اس کا معاوضہ لینے دینے والے اجارہ سے نہیں، یعنی زیر بحث کرایہ داری والے اجارہ سے نہیں جس کی شرعی حیثیت کا تعین مقصود ہے۔

اس اجمال کی تفصیل کے لئے ضروری ہے کہ مذکورہ آیات میں سے ہر آیت کے مفہوم و مطلب پر روشنی ڈالی جائے۔ ان میں سے پہلی تین آیات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ سے تعلق رکھتی ہیں جو قرآن مجید کی سورۃ القصص میں بیان ہوا ہے۔ وہ قصہ اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر میں تھے تو ان سے ایک واقعہ سرزد ہوا جو قتل خطاء کا اتفاقی حادثہ تھا۔ یہ نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے جب آپ نوجوان تھے بہرحال

اس کے نتیجے میں ان کو مصر چھوڑنا پڑا، کئی روز کے پیدل سفر کے بعد وہ ایک مقام پر پہنچے جس کا نام مدین تھا اور ملک شام میں واقع تھا۔ آبادی کے باہر ایک کنویں کے قریب درختوں کے سایہ میں تھکے ماندے بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ چرواہے لوگ کنویں سے پانی نکال کر اپنے ریوڑوں کو پلا رہے ہیں اور کچھ فاصلہ پر دو خواتین اپنے ریوڑ کو لئے کھڑی اس انتظار میں پریشان ہیں کہ مرد لوگ اپنے ریوڑوں اور گلوں کو پانی پلا کر ہٹیں تو وہ بچا کھچا پانی اپنے ریوڑ کو پلائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی حالت پر رحم آیا اور ان سے پوچھا کہ تم کیوں دور کھڑی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے والد بوڑھے ہو چکے ہیں اور ہمیں مجبوراً اپنے ریوڑ کی دیکھ بھال کرنی پڑ رہی ہے، کوئی مرد ہمارے ساتھ نہیں جو یہ کام کرے، ہمارا یہ معمول ہے کہ جب دوسرے سب لوگ چلے جاتے ہیں تو آخر میں اپنے ریوڑ کو پانی پلاتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً کنویں کی طرف گئے اور پانی نکال کر ان کے ریوڑ کو پلایا۔ چنانچہ وہ آج خلاف معمول کچھ جلدی اپنے گھر پہنچیں تو والد بزرگوار نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ آج ایک اجنبی مسافر نے ہمارے حال پر رحم کھاتے ہوئے کنویں سے پانی نکالا اور ہمارے ریوڑ کو پلایا لہٰذا ہم اور دنوں کی بہ نسبت آج جلدی گھر آ گئیں۔ یہ سن کر بزرگوار نے اپنی ایک بیٹی سے کہا جاؤ اور اس مسافر سے کہو کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو اس کام کا کچھ صلہ پیش کریں جو آپ نے ازراہ کرم ہمارے لئے انجام دیا ہے۔ چنانچہ اس شریف زادی کے کہنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علیک سلیک کے بعد اس بزرگ نے حضرت موسیٰ سے دریافت کیا کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو؟ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا ماجرا کہہ سنایا۔ بزرگ نے قصہ سن کر تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو ظالموں سے چھٹکارا دیا، آپ کچھ فکر نہ کریں اور ہمارے پاس اطمینان کے ساتھ گھر کے ایک فرد کی طرح رہیں۔ اسی دوران بزرگ کی ایک صاحبزادی نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ آپ کو ایک گھریلو نوکر کی ضرورت تھی، سو آپ ان کو نوکر رکھ لیں، یہ ہر کام کرنے کی جسمانی طور پر قوت و طاقت بھی رکھتے ہیں اور امین و دیانتدار بھی ہیں، کیونکہ ایک اچھا نوکر و ملازم وہی ہوتا ہے جو قوی اور امین ہو اور یہ

دونوں خوبیاں ان کے اندر موجود ہیں۔ پھر اس بزرگ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ آپ کا نکاح کر دوں لیکن اس عہد و پیمان پر کہ آپ آٹھ سال میرے پاس رہیں گے اور میرے کام کاج انجام دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شرط کو بخوشی قبول کیا اور نکاح کے بعد آٹھ دس سال وہاں گزارے۔ قرآن مجید کی جن تین آیات میں یہ قصہ اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے ان میں سے ہر آیت کے اندر کام اور اس کی اجرت کا ذکر ہے جو اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ اجرت پر کام کرنا کرانا شرعاً جائز ہے۔ للٰہذا ان قرآنی آیات سے جس اجارے کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ اجرت پر کام کرنے کرانے والا اجارہ ہے' اس دوسرے اجارہ کا جواز فراہم نہیں ہوتا جس میں کسی شے کی منفعت بیچی خریدی جاتی ہے' یعنی کرایہ داری والا اجارہ جو ہمارے زیرِ بحث ہے۔

آیاتِ مذکورہ میں سے چوتھی آیت کا تعلق بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک قصے سے ہے جس کا سورۃ الکہف میں بیان ہے۔ اس قصہ میں جن باتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے اس خاص بندے کے ساتھ جس کو اللہ نے علمِ لدنّی عطا فرمایا تھا دورانِ سفر ایک بستی میں پہنچے۔ کھانے کا وقت تھا للٰہذا بستی والوں سے کھانے کی فرمائش کی لیکن ان بے مروت لوگوں نے ان کی ضیافت سے انکار کیا۔ اسی بستی کی ایک گلی سے گزرتے ہوئے اس بندۂ خدا کی نظر ایک دیوار پر پڑی جو بوسیدہ ہونے کی وجہ سے گرا چاہتی تھی چنانچہ اس نے بلا کسی فرمائش کے اس کو ٹھیک کر دیا' اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ان رفیق سفر سے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو دیوار بنانے کے اس کام کے عوض اجرت لے سکتے تھے' آپ نے ان بے مروت لوگوں کا کام یونہی مفت میں کیوں کیا۔ بعد میں علمِ لدنّی رکھنے والے اس بندۂ خدا نے اس کی وجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بیان کی کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی' اس کے نیچے ان کے مرحوم والد نے جو بڑا نیک انسان تھا کچھ مال دفن کر رکھا تھا کہ بالغ ہونے پر ان کے کام آئے' اگر دیوار گر جاتی تو مال ظاہر ہو جاتا اور لوگ لوٹ لیتے' دیوار درست کر دینے سے ان بچوں کے لئے اس مال کا تحفظ ہو گیا' بالغ ہونے پر وہ اس کو نکال لیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور یہ بھی

فرمایا کہ یہ میں نے جو کچھ کیا ہے امرِ الٰہی سے کیا ہے۔ بہرحال اس قصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ آپ چاہتے تو دیوار بنانے اور درست کرنے کے کام کی اجرت لے سکتے تھے اس پر دلالت کرتا ہے کہ اجرت پر کام کرنا کرانا جائز ہے کیونکہ ایک نبی و رسول جس چیز کو اختیار کرتا اور اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے وہ ضرور بالضرور جائز ہوتا ہے۔ بہرحال اس چوتھی قرآنی آیت سے بھی جس اجارے کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ کرایہ داری والا اجارہ نہیں بلکہ اجرت پر کام کرنے کرانے والا اجارہ ہے، کیونکہ اس میں اسی کا ذکر ہے، کرایہ داری والے اجارے کا ذکر نہیں۔

پانچویں اور چھٹی آیت کا جو مضمون و مطلب ہے اور ان میں جو ہدایت و تعلیم ہے وہ یہ کہ جب کوئی اجنبی عورت یا مطلقہ ماں شیر خوار بچے کو دودھ پلائے اور اس کی دیکھ بھال کرے تو بچے کے باپ پر لازم ہے کہ وہ بطورِ اجرت اس کو معروف طریقہ سے معاوضہ ادا کرے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو عورت کسی بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری لیتی ہے اس کو اس سلسلہ میں بروقت دودھ پلانے کے ساتھ بچے کی تربیت، راحت اور صفائی وغیرہ کے بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں جو اس عورت کے لئے تکلیف و زحمت کا موجب ہوتے ہیں، للذا اس کو اجرت کے طور پر جو معاوضہ ملتا ہے وہ ان بہت سے کاموں کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان دو آیتوں سے بھی جس اجارے کا جواز فراہم ہوتا ہے وہ بھی اجرت پر کام کرنے کرانے کا اجارہ ہے نہ کہ کرایہ داری کا اجارہ، جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے، کیونکہ ان آیات میں انسانی کام اور اس کی اجرت کا ذکر ہے، کرایہ پر دی جانے والی کسی چیز کا کوئی ذکر نہیں۔

ساتویں آیت مبارکہ میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ اس کا تعلق معاملہ اجارہ سے ہے۔ اس آیت مبارکہ کا جو مضمون ہے وہ یہ کہ ارشادِ رب العزت ہے کہ ہم نے انسانوں کے درمیان دنیا کی زندگی میں سامانِ معاش اور رزق مال کی تقسیم اس طرح کی ہے کہ سب برابر نہیں، بلکہ ان کے درمیان معیشت کے لحاظ سے مختلف اور متفاوت درجات ہیں۔ بعض کا درجہ ادنیٰ اور بعض کا اعلیٰ و ارفع ہے اور یہ کہ انسانوں کے درمیان معیشت کا ایسا نظام اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کام لے

سکیں جن پر تمدن و اجتماع کے قیام و بقا کا دارومدار ہے۔ اس آیت کے آخری جملے :
"لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا" سے یہ استنباط ہو سکتا ہے کہ لوگ اجرت پر ایک دوسرے سے کام خدمت لے سکیں اور ایک دوسرے کی معاشی ضرورت پوری کر سکیں لہٰذا اس آیت سے بھی اگر جواز نکلتا ہے تو کرایہ داری والے اجارہ کا نہیں بلکہ اجرت پر کام کرنے کرانے والے اجارہ کا نکلتا ہے، جو اس مضمون میں ہمارے زیر بحث نہیں۔

آٹھویں آیت کے سیاق و سباق اور مفہوم و مطلب کو دیکھا جائے تو اس کو جوازِ اجارہ کے ثبوت میں پیش کرنا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا نہ صرف یہ کہ کرایہ داری والے اجارہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اجرت پر کام کرنے کرانے والے اجارہ سے بھی واضح اور قریبی تعلق نہیں۔ اس آیت سے متصل پہلی آیت میں اللہ کا فرمان ہے کہ اے صاحبانِ ایمان! جمعہ کے دن جب صلوٰۃِ جمعہ کے لئے اذان ہو تو صلوٰۃ کے لئے مسجد کی طرف چل پڑو کہ خرید و فروخت وغیرہ چھوڑ دو۔ اس کے بعد کی مذکورہ آیت میں ارشاد ہوا "پس جب صلوٰۃ جمعہ ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور رزق تلاش کرو"۔ یعنی نماز جمعہ کی وجہ سے جو معاشی کاروبار اور اشغال آپ نے چھوڑے ان کو دوبارہ اختیار کر لو، یعنی تم پر کاروبار چھوڑنے کی جو پابندی لگائی گئی تھی وہ ادائیگیٔ صلوٰۃ کی خاطر تھی، چنانچہ جب صلوٰۃ ادا ہو گئی تو یہ پابندی بھی ختم ہو گئی، لہٰذا اب تمہیں دوبارہ کاروبار میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ نماز کی وجہ سے جو کاروبار چھوڑے اور پھر نماز کے بعد اختیار کئے جا سکتے ہیں ان میں مکان وغیرہ کی کرایہ داری کا معاملہ نہیں آتا کیونکہ یہ زراعت، صنعت اور تجارت کی طرح کا معاملہ نہیں جن کو چھوڑے بغیر نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ کہ اس میں مشغول ہوتے ہوئے بھی نماز ادا ہو سکتی ہے، مثلاً جس نے کرائے پر مکان دے یا لے رکھا ہو چونکہ اس معاملے کے موجود ہوتے ہوئے مالک مکان بھی نماز ادا کر سکتا ہے اور کرایہ دار بھی ادا کر سکتا ہے لہٰذا یہ ان معاملات کے زمرے میں نہیں آتا جن میں مشغولیت ادائیگیٔ صلوٰۃ کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ البتہ اجرت پر کام کرنے کرانے کا معاملہ ضرور ایسا ہے جس میں مشغول رہنا ادائیگی صلوٰۃ کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے لہٰذا وہ ان معاملات کی فہرست میں شامل ہے جو ادائیگیٔ صلوٰۃ کے لئے چھوڑے اور فراغتِ صلوٰۃ کے بعد اختیار

کئے جاسکتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اگرچہ دور کا اور عمومی تعلق سہی لیکن اس آیت کا اگر تعلق ہو سکتا ہے تو صرف اس اجارے سے ہو سکتا ہے جس کا مطلب ہے اجرت پر کام کرنا کرانا، اس اجارے سے نہیں جس کا مطلب ہے کوئی نفع بخش چیز دوسرے کو نفع اٹھانے کے لئے دینا اور اس سے اس کا معاوضہ وصول کرنا، جو ہمارے زیر بحث ہے اور جس کی شرعی حیثیت متعین کرنا ہمارا مقصود ہے۔

نویں آیت کا بھی تقریباً یہی حال ہے، بظاہر اس کا اجارے سے کوئی خاص تعلق نظر نہیں آتا۔ شاید اس کو اجارے کے ثبوت میں پیش کرنے کا سبب وہ روایت ہو جو اس آیت کے شان نزول میں مفسرین کرام نے بیان کی ہے جس کا مضمون کچھ اس طرح ہے : ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا : ہمارا پیشہ ساربانی کا ہے، ہم لوگوں کو اپنے اونٹوں پر سوار کر کے اِدھر اُدھر لے جاتے اور ان سے کرایہ لیتے اور گزر بسر کرتے ہیں۔ خصوصاً حج کے موسم میں ہم عازمین حج کو مقاماتِ حج پر لے جاتے اور پھر حج کے بعد واپس لاتے ہیں اور اس موقع پر ہم خود بھی حج کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں، کیا اس صورت میں ہمارا حج ادا ہو جاتا ہے اور اس میں کچھ حرج تو واقع نہیں ہوتا؟ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تامل فرمایا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب ہے کہ حج کے سفر میں کوئی معاشی مشغلہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے ساتھ جس نے مناسکِ حج صحیح طریقے سے ادا کئے اس کا حج بغیر کسی حرج کے ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے اندر یہ جو الفاظ ہیں کہ ﴿اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ان کا مفہوم عام ہے جس میں خرید و فروخت اور محنت مزدوری کے تمام معاشی مشاغل آجاتے ہیں۔ جن لوگوں کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ان کا مشغلہ یہ تھا کہ وہ دوران سفر اپنے سواری کے اونٹ مسافر حاجیوں کے سپرد نہیں کرتے تھے کہ وہ جس طرح چاہیں ان سے کام لیں اور ان کے کھانے پینے وغیرہ کی ذمہ داری ان پر ہو، بلکہ وہ اپنے اونٹوں کو اپنی حفاظت و نگرانی میں رکھتے، ان کو کھلاتے پلاتے، ان کی ہر طرح سے دیکھ بھال کرتے، پورے سفر میں ان کے ساتھ پیدل چلتے، درمیانی منزلوں میں مسافروں کو اتارتے چڑھاتے اور اپنا اور اپنے اونٹوں کا خرچہ خود اٹھاتے۔ غرضیکہ وہ اس پیشہ میں مالی خرچہ کے ساتھ مسلسل محنت و

مشقت برداشت کرتے اور اس کے صلہ میں ان کو مسافروں کی طرف سے بطور کرایہ جو کچھ ملتا وہ ان سب کاموں کا معاوضہ ہوتا جن کا اوپر ذکر ہوا۔ گویا ان کے اونٹوں کی حیثیت کرائے کے مکانوں کی نہ تھی بلکہ ان آلات واوزار اور ان ذرائع ووسائل کی تھی جن کے ساتھ کوئی صاحب ہنروپیشہ کام کرتا اور رزق ومال کماتا ہے بلکہ انکی زیادہ بہتر مثال ٹیکسی کی ہے جس کو اس کا مالک خود چلاتا' اپنی جیب سے اس میں پٹرول وغیرہ ڈالتا اور اسے اپنی نگرانی میں رکھتا ہے اور اپنے دماغی وجسمانی کام کاج اور مالی اخراجات کے بدلے سواریوں سے کرایہ لیتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ روایت کی رو سے ان ساربان لوگوں کا جو کام تھا وہ دراصل اجارہ بمعنی اجرت پر کام کرنے کرانے کا معاملہ تھا۔ تو پھر اس نویں قرآنی آیت سے بھی جس اجارے کا جواز فراہم ہوتا ہے وہ مکانوں وغیرہ کی کرایہ داری والا اجارہ نہیں بلکہ اجرت پر کام اور محنت کرنے کرانے والا اجارہ ہے جس کی شرعی حیثیت متعین اور واضح ہے۔

اجارہ سے متعلق قرآنی آیات پر تفصیلی بحث کے بعد اب وہ احادیث و آثار پیش کرتا ہوں جو مختلف فقہاء کرام نے متفرق طور پر اپنی کتابوں کے اندر اجارے کے ثبوت وجواز میں بیان فرمائے ہیں' بغیر اس تفصیل کے کہ ان میں سے کس کو کس فقیہ نے کس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ یہ روایات تعداد میں آٹھ ہیں :

(ا) عن ابی هریره رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم' قال : قال اللّٰهُ تعالٰی : ثَلا ثةٌ انا خصمُهم یومَ القیامةِ : رجلٌ اُعطِیَ بِی ثم غدَر' ورجلٌ باع حرًّا فاَکل ثمنَه' ورجلٌ استأجراَجیرًا فاستوفٰی منه ولم یُعطِ اجرَه
(صحیح البخاری' ج ا' ص ۳۰۲)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کے ساتھ قیامت کے دن میرا رویہ مخاصمانہ ہوگا اور سختی سے پیش آؤں گا' ایک وہ آدمی جس نے میری قسم کے ساتھ کسی سے عہد وپیمان کیا' پھر اس کی خلاف ورزی کی۔ دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد انسان کو بیچا اور حاصل شدہ مال کھایا' اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا اور اس سے پورا کام لیا لیکن اس کو اس کی اجرت ومزدوری

نہ دی"۔

(۲) عن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال : مَنِ اسْتَأجَرَ اَجِیرًا فَلْیُعْلِمْہُ اَجْرَہ

(السنن الکبرٰی، ج۶، ص ۱۲۰)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص کسی مزدور سے کام کرائے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس (مزدور) کو اس کی اجرت کی مقدار بتلادے"۔

(۳) عن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ عنہ قال : قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : اَعْطِ الاَجِیرَ اَجْرَہ قبلَ اَن یَّجُفَّ عِرْقَہ

(السنن الکبری، ج۶، ص۱۲۱)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مزدور کو اس کی مزدوری فوراً ادا کردو قبل اس کے کہ اس کا پسینہ خشک ہو"۔

(۴) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال احتَجَم النَّبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واَعطَیَ الحَجامَ اَجْرَہ

(صحیح البخاری، ج۱، ص ۳۰۴)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنی لگوائی اور حجام کو اس کی اجرت عطا فرمائی"۔

(۵) عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال : قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : 'اجرتُ نفسی من خدیجۃ رضی اللّٰہ عنھا سفرتَینِ بِقَلوصٍ (السنن الکبرٰی للبیھقی، ج۶، ص ۱۱۸)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں نے بحیثیت اجیر کے حضرت خدیجہؓ کے لئے جو تجارتی سفر کئے ہر سفر کی اجرت ایک جوان اونٹنی مقرر ہوئی تھی"۔

(۶) عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا قالت : استأجَرَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابوبکر رجلاً من بنی الدئیل ھادیًا خریتًا وھو علی دین کفار قریش، فدفعا الیہ راحِلَتَیھما و

وعداه غار ثور بعدَ ثلاثٍ' فأتاهُما فارتحَلا وانطلق معهما عامرُبن فهيرة والدليل الدئيلي فاخذ بهم طريق الساحل (صحيح البخاری' ج ۱' ص ۳۰۱)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے روایت کرتے ہوئے فرمایا : ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی دئیل کے ایک شخص سے اجرت پر معاملہ کیا' جو تھا تو کافر مشرک لیکن مکہ اور مدینہ کے درمیان مختلف راستوں سے خوب واقف اور آگاہ تھا۔ دونوں نے اپنی سواریاں اس کے سپرد کردیں اور یہ طے پایا کہ تین دن کے بعد وہ ان سواریوں کو لے کر غارِ ثور پر آجائے' چنانچہ وہ حسب وعدہ پہنچا اور آپ حضرات اپنی اونٹنیوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا ایک غلام عامر بن فہیرہ بھی تیسرا رفیقِ سفر تھا اور چوتھا راستہ دکھانے والا دئیلی تھا جو ان کو پہاڑی راستہ کی بجائے ساحلِ سمندر کے راستہ سے لے کر چلا جو عام راستہ نہ تھا"۔

(۷) عن عليّ رضى اللّٰه عنه اِنَّهٗ اَجَرَ نفسَه مِن يهوديٍّ يَستقِى لَه كلَّ دلوٍ بِتمرةٍ۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک یہودی کا کام متعین اجرت پر کیا' کام کنویں سے پانی کے ڈول نکال کر باغ کو سیراب کرنا تھا اور اجرت ہر ڈول کے عوض ایک چھوہارہ تھی"۔

آٹھویں حدیث کو ایک کتاب میں بغیر راوی کے نام کے اس طرح بیان کیا گیا ہے :

ورُوِيَ انّ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مرَّعلىٰ رافع بن خديج وهو فى حائطِهٖ فاَعجبَه فقال : لِمَن هذا الحائطِ؟ فقال : لِى يارسولَ اللّٰه' اِستَاْجرتُه' فقال رسولُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم : لَاتَستَأجِرهُ بشَىءٍ مِنهُ۔

"روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رافع بن خدیج کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اپنے کھیت میں تھے۔ کھیت کی لہلہاہٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوش کیا۔ پس آپ نے رافع بن خدیج سے پوچھا : یہ کھیتی کس کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری' اور میں نے اس کو اجارے پر لیا ہے۔ اس پر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس کو اس سے کسی شے کے اجارے پر نہ لو۔"

یہ ہیں وہ آٹھ احادیث و آثار جن کو اجارے کے جواز کی بحث میں متفرق کتابوں کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ پہلی سات احادیث و روایات سے صاف صراحۃً ظاہر ہوتا ہے کہ اجارے کا معاملہ جائز ہے، لیکن یہ اجارے کا وہ معاملہ ہے جو دو انسانوں کے درمیان اجرت پر کام کرنے کرانے کے لئے طے پاتا ہے نہ کہ وہ معاملہ جو کسی مکان وغیرہ کے مالک اور کرایہ دار کے درمیان طے پاتا ہے، جو ہمارے زیر بحث ہے۔

جہاں تک آٹھویں حدیث کا تعلق ہے، جن الفاظ کے ساتھ بغیر سند کے یہ ذکر کی گئی ہے، صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مذکور نہیں، سنن ابی داؤد میں یہی حدیث جن الفاظ سے بیان ہوئی ہے وہ یہ ہیں :

> عن ابن ابی نعم قال : حدثنی رافع بن خدیج انہ زرع ارضًا فمرّ بہ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یسقیھا فسألہ لِمَن الزّرع وَلِمَن الارض؟ فقال : زَرعی ببذری وعَمَلی لی الشطروَلبنی فلان الشطر، فقال اَربَیتُمَا، فردّ الارض علی اھلھا وخُذ نَفقَتِکَ (ج ۲، ص ۱۲۷)
>
> "ابن ابی نعم نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے حضرت رافع بن خدیج نے یہ حدیث بیان کی کہ اس نے ایک زمین کاشت کی۔ ایک موقع پر وہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جبکہ وہ کھیتی کو سیراب کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ یہ کھیتی کس کی ہے اور زمین کس کی؟ اس نے جواب میں عرض کیا کہ یہ کھیتی میرے بیج اور محنت سے ہے اور زمین بنی فلان کی، اور معاملہ اس طرح طے پایا ہے کہ نصف پیداوار میرے لئے ہوگی اور نصف بنی فلاں کے لئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : تم ربا میں مبتلا ہوئے۔ پس زمین ان کے مالکوں کو لوٹا دو اور تمہارا اس میں جو خرچہ ہوا ہے وہ ان سے لے لو"۔

علاوہ ازیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کتب حدیث میں متعدد ایسی روایات بھی موجود ہیں جو کراء الارض اور مزارعت کی ہر شکل کو ناجائز و ممنوع بتلاتی ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "مروجہ نظام زمینداری اور اسلام" میں حضرت رافع بن خدیج

سے مروی سترہ احادیث مختلف کتابوں سے نقل کیں اور ان پر تبصرہ لکھا ہے، اگر کوئی ان کو دیکھنا چاہے تو اس مطبوعہ کتاب میں دیکھ سکتا ہے۔

غرضیکہ کراء الارض سے متعلق حضرات رافع بن خدیج کی کسی ایک روایت کے بعض الفاظ سے یہ مطلب نکالنا کہ پیداوار زمین کے ایک حصے کے سوا باقی کسی چیز مثلاً نقد دراہم و دنانیر کے عوض زمین کو اجارے پر دینا لینا جائز ہے، للٰذا مکانات کو بھی کرایہ پر دینا جائز ہونا چاہئے، ایک بہت کمزور استدلال ہے کیونکہ ایک متنازع اور مختلف فیہ معاملہ پر جس کے جواز و عدم جواز میں ائمہ مجتہدین کے مابین واضح اختلاف موجود ہے کسی دوسرے معاملہ کے جواز کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا قیاس اصولاً درست نہیں ہوتا۔

(جاری ہے)

قرآن اکیڈمی کامرس کالج (انگلش میڈیم)

سال اول انٹرمیڈیٹ میں داخلے جاری ہیں

انجمن خدام القرآن سندھ کے زیر اہتمام تعلیمی سال ۹۶۔۱۹۹۵ء سے قرآن اکیڈمی کامرس کالج (برائے طلباء) کا آغاز کیا جارہا ہے۔

چونکہ امت مسلمہ کا احیاء اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ ایسے ذہین، خدا ترس اور تعلیم یافتہ افراد کی کوششوں سے ممکن ہے جن کی فکر حکمت قرآنی کی محکم بنیاد پر قائم ہو اور جو ساتھ ساتھ دنیوی علوم پر بھی دسترس رکھتے ہوں۔ للٰذا قرآن اکیڈمی کامرس کالج میں بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن کے مقررہ مضامین کے علاوہ ابتدائی عربی گرامر، تجوید اور قرآن حکیم کے منتخب حصوں کی لازمی تدریس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

قرآن اکیڈمی کامرس کالج میں داخلے کے لئے پراسپکٹس اور داخلہ فارم بعوض پچاس روپے دستیاب ہیں۔ داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ ۷ ستمبر ۱۹۹۵ء ہے۔

ڈی۔ ایم۔ ۵۵، خیابان راحت، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی

فون : 5854036 ، 5855219